جوان اور بیداری

نام کتاب : جوان اور دینداری

ترتیب و پیشکش : ایسوسی ایشن آف امام مہدی علیہ السلام

سنہ طباعت : ذی القعدہ ۱۴۳۸ھ، اگست ۲۰۱۷ء

مطبوعہ : غزل انٹر پرائزز، ممبئی

ایسوسی ایشن آف امام مہدی علیہ السلام
پوسٹ باکس نمبر ۱۹۸۲۲، ممبئی ۴۰۰۰۵۰۔

فہرست

جوان اور ضرورت مذہب ۵
جوان اور احساس ذمہ داری ۷
آغاز تربیت ۸
جوان اور قبولیت حق ۱۰
جوان مبلغ ۱۱
جوان اور تربیت اسلامی ۱۳
عدم تربیت کے اثرات ۱۵
تربیت کے اصول ۱۶
والدین کی ذمہ داریاں ۱۷
تعلیم قرآن کریم ۱۸
پسندیدہ جوان ۱۹
دینی تعلیم کی اہمیت ۲۰
بے حد ضروری ۲۱
حملے اور اعتراضات ۲۲
آخری زمانے کے والدین ۲۳

جوان اور ضرورت مذہب

جوانی زندگی کا سب سے زیادہ قیمتی سرمایہ ہے یہ طاقت، قوت، ارادہ، عزم، حوصلہ، ولولہ، جوش و خروش، امنگ، لگن کا زمانہ ہے۔ وہ چیز جو اعضاء و جوارح کو متحرک کرتی ہے انقلابات کا سبب قرار پاتی ہے وہ اعضاء و جوارح کی صحت و سلامتی نہیں ہے بلکہ وہ ''فکر'' ہے جوان سب کو حرکت عطا کرتی ہے اور راہ دکھاتی ہے۔ یہ فکر اس کی ترقی یا تنزّلی کو طے کرتی ہے اس کو چند روزہ کامیابی یا ابدی سعادت سے ہمکنار کرتی ہے اور وہ چیز جو اس فکر کو کنٹرول کرتی ہے اور اس کی رہنمائی کرتی ہے اس کو سمت عطا کرتی ہے اس کو ہمت دیتی ہے وہ ''عقیدہ'' ہے۔ اور عقیدہ کا تعلق ''دین'' سے ہے۔ اس طرح دین کی سب سے زیادہ ضرورت ''جوان'' کو ہے۔ جوان کی دینداری سب سے زیادہ اہم ہے۔ چونکہ جوانی کی عبادت ساری زندگی کی عبادت سے بہتر اور بافضیلت تر ہے لہٰذا جوان کی دینداری سب سے زیادہ قیمتی ہے۔ جس وقت گاڑی کا انجن جوان ہو اور فُل اسپیڈ میں چلنے کی

صلاحیت رکھتا ہو اس کے تمام پرُزے بھی پوری طرح سے درست ہوں اس وقت گاڑی کو کنڑول میں رکھنا اس کے بریک کا صحیح ہونا زیادہ اہم ہے لیکن جس وقت گاڑی دھکّا دے کر چلائی جارہی ہو اس وقت اس کے بریک اور ٹائروں کا صحیح وسالم ہونا کوئی زیادہ اہمیت نہیں رکھتا ہے۔

جس وقت آنکھوں میں جوانی کا طوفان ہو جذبات اُمنڈ رہے ہوں خواہشات کے طوفان اُٹھ رہے ہوں گناہیں کروٹ لے رہی ہوں شیطانی خیالات مچل رہے ہوں اس وقت اپنے اپنے نفس کو قابو میں رکھنا اور اس پر کنٹرول کرنا بہادری ہے۔ مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام فرماتے ہیں:

اَشْجَعُ النَّاسِ مَنْ غَلَبَ هَوَاهُ.[۱]

سب سے زیادہ بہادر وہ ہے جو خواہشاتِ نفس پر غالب آجائے۔

عام طور سے یہ خیال کیا جاتا ہے کہ جوانی کھیل کود اور عدم مسئولیت کا زمانہ ہے۔ کہتے ہیں ''ارے ابھی تو جوان ہیں۔'' ''ارے ابھی عمر ہی کیا ہے؟'' ''عبادت، ریاضت، تقویٰ و پرہزگاری کے لئے تو ایک عمر پڑی ہے۔ اگر سب کچھ چھوڑ دیں تو جوانی کا مزہ ہی کیا ہے۔''

---

۱ بحار الانوار، ج ۶۷ ص ۷۶، باب ۴۶، ح ۵

جوان اور احساس ذمہ داری

اس طرح کی باتیں عام طور سے زبانوں پر جاری رہتی ہیں اس طرح لوگ جوانی کی قدر و منزلت کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ جب کہ جوانی زندگی کا سب سے زیادہ حسّاس مرحلہ ہے۔ انسان جب جوانی کی منزل میں قدم رکھتا ہے اس وقت اس کے وجود میں جسمانی تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ روحانی فکری اور معنوی تبدیلیاں بھی رو نما ہوتی ہیں جوان زندگی کے اس مرحلہ میں ایک ایسی جگہ کھڑا ہے جہاں بہت سارے راستے نکلتے ہیں یہ راستے زندگی کے ہر زاویئے سے متعلق ہوتے ہیں۔ فکر، خیال، عقیدہ، اخلاق، اعمال راہ و روِش...... ہر ایک اس کو اپنی طرف زور وشور سے دعوت دیتے ہیں۔ یہ وہ مرحلہ ہے جہاں انتخاب کی بہت ہی زیادہ اہمیت ہے۔ صحیح انتخاب مستقبل کو روشن وتابناک بنا دیتا ہے اور ایک معمولی سی غلطی مستقبل کو تاریک بنا دیتی ہے۔

جوان اس منزل میں جاننا چاہتا ہے ”وہ خود کیا ہے؟ اس کے پاس کیا کیا ہے؟“

وہ معلوم کرنا چاہتا ہے وہ خود سے وجود میں آیا ہے یا کسی نے اس کو وجود عطا کیا ہے۔ اس کا وجود ایک مستقل وجود ہے ہر قدم ہر پل یا کسی کی عنایتوں کا محتاج ہے۔

وہ فطری طور پر اپنے وجود میں نیکیوں کا احساس کرتا ہے۔ مثلاً وہ حق کا طرفدار ہے حق بات کو پسند کرتا ہے۔ حق کا ساتھ دینا چاہتا ہے وہ اپنے گھر

کا بہترین فرزند، خاندان کا بہترین فرد، سماج اور معاشرہ میں ایک عزت دار شخص اور ملک کا ایک بہترین شہری بننا چاہتا ہے۔ وہ چاہتا ہے لوگ اس کی عزت کریں احترام کریں اچھائیوں سے اس کا ذکر کریں۔

وہ اس لئے صاف ستھرے کپڑے پہننا چاہتا ہے، بالوں کو سنوارنا چاہتا ہے، شکل وصورت کو آراستہ کرنا چاہتا ہے، کیونکہ وہ ان باتوں کو کمال جانتا ہے۔ لٰہذا وہ ان تمام باتوں پر توجہ بھی دیتا ہے اور ان کا انتظام واہتمام بھی کرتا ہے۔

اسی کے ساتھ ساتھ جوان ناراض بھی جلد ہی ہوتا ہے اور معاف بھی جلدی کر دیتا ہے وہ لوگوں کے دَرد وغم میں شریک ہونا چاہتا ہے وہ اُن کا دَرد وغم بانٹنا بھی چاہتا ہے اور درد وغم دینا بھی جانتا ہے وہ آنسوؤں کو پوچھتا بھی ہے اور آنسوؤں کا سبب بھی بنتا ہے وہ آنکھوں کی ٹھنڈک بھی ہے اور آنکھوں کا کانٹا بھی، درد بھی ہے اور درد کا علاج بھی۔

آغاز تربیت

وہ چیز جو اس جوان کو صالح یا طالح نیک یا بد، نیکوکار یا شریر بنا سکتی ہے اس کے عمل کو خیر یا شر کا رنگ دے سکتی ہے وہ اس کی صحیح تربیت ہے۔ سوال یہ ہے کہ تربیت کی صحیح عمر کیا ہے؟ اس سلسلہ میں ماہرین تربیت کی رائے یہ ہے۔

۱۵-۱۷ سال کی عمر میں اپنے پاکیزہ ضمیر کی آواز سنتا

ہے اس کی آرزو یہ ہوتی ہے اس دنیا کو ایک نئی شکل دے، برائیوں کو نیست و نابود کر دے، عدل و انصاف کو ساری دنیا میں عام کر دے۔

اخلاقی ضمیر کے ساتھ ساتھ مذہبی تقاضے بھی سامنے آتے ہیں۔

تمام ماہرین نفسیات اس بات کے قائل ہیں کہ جوانی کی سرحدیں اور مذہبی رجحانات ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ ہیں۔ اس عمر میں جوانوں میں مذہب کے تعلق سے ایک خاص لگاؤ نظر آتا ہے۔ جب کہ اس سے پہلے اس طرح کا لگاؤ نہیں تھا۔

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ سولہ / ۱۶ سال کی عمر میں مذہبی رجحانات ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

جوانی کی اس عمر میں جوان مختلف رجحانات کی کشمکش کا شکار ہو جاتا ہے ایک طرف اس کے وجود میں جسمانی تبدیلیاں روٗنما ہونے لگتی ہیں نئی نئی خواہشات سامنے آنے لگتی ہیں۔ اس اضطراب اور کشمکش میں اگر کوئی چیز جوان کو ذہنی سکون عطا کر سکتی ہے وہ عقیدۂ خدا ہے۔

جوان کسی بھی قوم و ملّت سے تعلق رکھتا ہو وہ فطری طور پر معرفتِ خداوندی اور اعلیٰ اخلاقیات کو پسند کرتا ہے جوانوں میں مذہبی رجحانات اس

قدر شدید ہیں جس کا کسی بھی صورت میں انکار نہیں کیا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جوان سب سے پہلے مذہبی دعوت کو قبول کرتے ہیں۔

جوان اور قبولیت حق

حضرت رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس وقت دین مقدسِ اسلام کی دعوت کا آغاز فرمایا اور تمام مکّہ والوں کو دعوت دی سب سے پہلے جن لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعوت کو قبول کیا وہ جوان تھے۔ مکّہ کے بزرگ اپنے فرزندوں کو اسلام قبول کرنے سے منع کرتے تھے روکتے تھے مگر جوان دل کی گہرائیوں سے اسلام قبول کرتے تھے اور اس قدر جوانوں نے دین اسلام قبول کیا کہ مکّہ والے حیران و پریشان ہو کر جنابِ ابوطالب علیہ السلام کے پاس آئے جس کو تاریخ نے اس طرح بیان کیا ہے۔

فَاجْتَمَعَتْ قُرَيْشٌ اِلٰى اَبِيْ طَالِبٍ فَقَالُوا يَا اَبَا طَالِبٍ اِنَّ ابْنَ اَخِيكَ قَدْ سَفَّهَ اَحْلَامَنَا وَ سَبَّ آلِهَتَنَا وَ اَفْسَدَ شُبَّانَنَا وَ فَرَّقَ جَمَاعَتَنَا.[1]

سردارانِ مکّہ جنابِ ابوطالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: ”اے ابوطالب آپ کے بھتیجے نے ہمارے خوابوں کو چکنا چور کر دیا ہے، ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے، ہمارے جوانوں کو خراب

---

[1] بحار الانوار، ج ۱۸، ص ۱۸۰

کیاہے اور ہماری جماعت میں اختلاف ایجاد کیا ہے۔

قریش کے اس اعتراض سے یہ بات صاف ظاہر ہے اس وقت جوانوں کی کثیر تعداد نے اسلام قبول کیا تھا اپنے آباء واجداد کے برسوں پرانے رسم ورواج سے دست برداری اختیار کی تھی اس وقت کے بڑے بزرگ حیران و پریشان تھے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ جوان اچھائیاں جلد قبول کرتے ہیں جلد مذہبی تعلیمات کو قبول کر لیتے ہیں ان کی بُری عادتیں آسانی سے چھوٹ جاتی ہیں ایک طرف جوانوں کے پاکیزہ، مذہبی رجحانات اور دوسری طرف حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دہن مبارک سے نکلے ہوئے آسمانی اورنورانی کلمات۔جوانوں کے ذرخیز دلوں میں اسلامی تعلیمات کے پھول کھِلا کھِلا کر اِن کے دلوں کو گلستانِ معرفت بنا رہے تھے۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جوانوں پر خاص توجّہ دی اس کی ایک وجہ یہ تھی جوانوں کے دل معرفتِ خدا سے مالا مال تھے وہ معرفت کے اس درجہ پر فائز تھے کہ خدا کی راہ میں ہر طرح کی قربانی دینے کے لئے تیار تھے۔

جوان مبلغ

جب مدینہ والوں نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مصعب بن عمیر کو قرآنِ مجید اور دیگر اسلامی تعلیمات کا درس دینے کے لئے اپنا خاص نمائندہ بنا کر بھیجا اور جب مصعب بن عمیر نے مدینہ منوّرہ میں قرآنِ کریم کا درس دینا شروع کیا بزرگوں سے زیادہ جوانوں نے ان کے

پیغام کو قبول کیا۔

كَانَ مُصْعَبٌ نَازِلًا عَلَى اَسْعَدَ بْنِ زُرَارَةَ وَ كَانَ يَخْرُجُ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ يَطُوفُ عَلَى مَجَالِسِ الْخَزْرَجِ يَدْعُوهُمْ اِلَى الْاِسْلَامِ فَيُجِيْبُهُ الْأَحْدَاثُ [1]

مصعب، اسعد بن زرارہ کے مہمان تھے وہ روزانہ قبیلۂ خزرج کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے اور ان کو اسلام کی دعوت دیتے تھے جوان ان کی دعوت کو قبول کرتے تھے۔

ان تمام باتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے والدین اور سرپرستوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے نوجوان اور جوان بچوں کی تربیت پر خاص توجّہ دیں اور اس دینی فطری رجحانات کو نظر میں رکھتے ہوئے ان کے مذہبی جذبات کو پروان چڑھائیں۔

جوانوں کی ایمانی اور اخلاقی ضرورتوں کو پورا کرنا فطری قوانین سے ہم آہنگی ہے جس قدر یہ ہم آہنگی شدید ہوگی اتنا ہی زیادہ جوان سعادتوں سے قریب تر ہوگا۔ اور جوانی کی یہ تربیت زندگی کے آخری لمحات تک اثرانداز رہیگی۔

یہ عرض کیا جا چکا ہے تربیت کی عمر ۱۲-۱۶ رسال کی عمر ہے۔ عام طور سے والدین بچوں کی عمر کے اس حسّاس مرحلہ پر توجّہ نہیں دیتے ہیں اور اس

---

[1] اعلام الوریٰ ص ۵۷

کو بچہ سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ تربیت کے نقطۂ نظر سے تربیت کا یہ مرحلہ پوری زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ فطرت کی اچھائیاں جب حُسنِ تربیت سے ہم آہنگ ہو جاتی ہیں تو زندگی میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔

دین مقدّسِ اسلام فطرت کی بنیادوں پر استوار ہے۔ اس نے جوانوں کی تربیت پر خاص توجہ دی ہے۔ جوان کی فطرت میں موجود ایک ایک خواہش کا پورا پورا خیال رکھا ہے۔ فطرت کے مذہبی رجحان کو خاص اہمیت دی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ فطرت کے مذہبی اور اخلاقی تقاضے میں جو فطرت کے دوسرے تمام تقاضوں کو کنٹرول کرتے ہیں۔

جوان اور تربیت اسلامی

اسلام جوانی کے زمانہ میں ایمان و اخلاق کو پروان چڑھاتا ہے اور اس طرح تربیت دیتا ہے کہ ایمان و اخلاق جوان کے وجود میں خون کی طرح دوڑنے لگتا ہے۔

مولائے کائنات حضرت علی بن ابی طالب علیہما السلام نے جوانوں کی تربیت کے سلسلے میں ایک طویل خط تحریر فرمایا ہے یہ خط بظاہر حضرت امام مجتبیٰ علیہ السلام کے نام ہے لیکن درحقیقت صبحِ قیامت تک تمام والدین کے لئے اِن کے بچوں کے تعلق سے تربیت کا ایک جامع پروگرام ہے۔ اس عظیم خط میں امام علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں۔

وَاَنۡ اَبۡتَدِئَكَ بِتَعۡلِيمِ كِتَابِ اللهِ عَزَّ وَ جَلَّ وَ

تَأْوِيلِهِ وَ شَرَائِعِ الْإِسْلَامِ وَ اَحْكَامِهِ وَ حَلَالِهِ وَ حَرَامِهِ[1]

میں نے خدا کی کتاب قرآنِ مجید کی تعلیم سے تمہاری ابتداء کی اس کی تاویل وتفسیر سے تمہیں آگاہ کیا۔ اسلامی شریعت اور اس کے احکام بتائے اس کے حلال و حرام سے تمہیں واقف کیا۔

عمر کے اس مرحلے میں تربیت کی اہمیت مولائے کائنات حضرت امیر المومنین علیہ السلام کے نورانی کلمات سے اور زیادہ واضح ہوتی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں:

وَ اِنَّمَا قَلْبُ الْحَدَثِ كَالْاَرْضِ الْخَالِيَةِ مَا اُلْقِيَ فِيهَا مِنْ شَيْءٍ قَبِلَتْهُ فَبَادَرْتُكَ بِالْاَدَبِ قَبْلَ اَنْ يَقْسُوَ قَلْبُكَ وَ يَشْتَغِلَ لُبُّكَ[2]

یقیناً جوان کا دل خالی زمین کی طرح ہے اس میں جو بیج بویا جائے گا اس کو قبول کرلے گا لہٰذا میں نے تمہیں ادب سکھانے میں پہل کی قبل اس کہ تمہارا دل سخت ہو جائے اور تمہاری فکر اِدھر اُدھر مشغول ہو جائے۔

ذرا غور تو فرمائیں مولا علیہ السلام نے کس طرح جوان کے دل کو خالی زمین سے تشبیہ دی ہے اس میں جو دانہ ڈالا جاتا ہے وہ اس کو قبول کر لیتی

---

1. نہج البلاغہ، مکتوب نمبر ۳۱
2. مآخذ سابق

ہے۔اگر مذہب، ایمان، اخلاق، ادب حلال وحرام کے بیج بوئے جائیں گے تو اس کی دنیا میں دین کا گلستان لہلہانے لگے گا اور اگر خدانخواستہ اس زمین میں اچھے اور عمدہ بیج نہیں بوئے گئے تو اس میں الٹی سیدھی گھاس اُگ جائے گی زمین گلستان ہونے کے بجائے کانٹوں اور بیکار چیزوں کا کھنڈر بن جائے گی۔

عدم تربیت کے اثرات

آج کی دنیا میں جو بات قدم قدم پر نظر آتی ہے وہ ادب و اخلاق کی کمی ہے۔گھر کے چھوٹے چھوٹے مسائل سے لے کر معاشرہ وسماج قوم و ملّت کے بڑے بڑے مسائل تک ادب و اخلاق کا فقدان ہے۔روز مرّہ کے گھریلو جھگڑے، میاں بیوی کے اختلافات، والدین اور اولاد کے تعلقات، سب پر ایمان ادب و اخلاق کی کمی نظر آرہی ہے۔

پہلے اسکولوں میں ایسے اساتذہ ہوتے تھے جن کی علمی صلاحیت کے ساتھ ساتھ ان کا ادب و اخلاق طالبانِ علوم کو متاثر کرتا تھا۔ان کا علم جوانوں کی علمی پیاس کو سیراب کرتا تھا وہیں ان کا ادب جس کو آج کی زبان میں باڈی لینگویج کہا جاتا ہے طالب علموں کے ادب و اخلاق کو متاثر کرتا تھا۔علم جوانوں کو طاقت وقوت عطا کرتا ہے اور ادب و اخلاق اس کو سمت و جہت دیتا ہے کنٹرول کرتا ہے۔اسکول و کالج کے علاوہ خود گھر میں باادب و با اخلاق مہذب بزرگوں کی موجودگی، ان کی شفقت و محبت، ان کی عملی

تربیت، جوان کی زندگی کی پہلی اینٹ قرار پاتی تھی۔اور آج کل مسئلہ یہ ہے جب نہ گھروں میں وہ باادب و بااخلاق بزرگ رہے اور نہ اسکول کالجوں میں ادب و اخلاق سے آراستہ اساتذہ اور نہ ہی کتابوں میں اور نصاب میں ادب و اخلاق کا تذکرہ۔اس کا اثر اس وقت کی نسل پر پوری طرح واضح طور سے نظر آرہا ہے۔اور جو رہا سہا ادب و اخلاق تھا وہ ساری کسر ٹی۔وی، واٹس اپ، فیس بُک وغیرہ نے نکال دی۔ظاہری سی بات ہے جب جوان کے دل کی زمین، ایمان، ادب و اخلاق کے بیج سے محروم رہے گی تو اس میں بے ادبی، بداخلاقی، بدزبانی، بے رحمی، بے مروّتی کے کانٹے اُگے گیں اور دنیا گلستان کے بجائے خارزار ہو جائے گی۔

گذارش ہے اگر ممکن ہو تو والدین ایک مرتبہ اس خط کو ضرور پڑھیں، تاکہ اس خط میں بیان شدہ اصولوں کی روشنی میں اپنے جوانوں کی تربیت کرسکیں۔

تربیت کے اصول

مولائے کائنات علیہ السلام اس خط میں تحریر فرماتے ہیں:

اے میرے نورِ نظر میں تمھیں تقویٰ الٰہی کی نصیحت کرتا ہوں۔خدا کے احکام کی پیروی کرو، اپنے دل کو اس کی یاد سے آباد رکھو، اس کی رسّی سے متمسّک رہو۔اگر تم اس سے متمسّک رہے تو اس سے زیادہ اور کون سا مضبوط

ترین رابطہ تمہارے اور تمہارے خدا کے درمیان ہے۔
دیکھو اپنے دل کو موعظہ سے زندہ کرو، زُہد کا عادی بنا
کر خواہشات کو ختم کرو، یقین کے ذریعہ اس کو تقویت
دو، حکمت کے ذریعہ اس کو روشنی و نور عطا کرو، موت کی
یاد دِلا کر نفس امّارہ کو رام کرو، فنا کے تذکرہ سے اس
کو سکون قرار دو، دنیا کی خرابیاں دِکھا کر اس کی آنکھیں
کھول دو، دنیا کی چالوں سے اس کو محفوظ رکھو،......

تعلیماتِ اہل بیت علیہم السلام کی روشنی میں جوانوں کی تربیت اور وہ بھی صحیح تربیت جوانوں کو دنیا و آخرت میں کامیاب ترین زندگی عطا کر دیتی ہے۔

والدین کی ذمہ داریاں

والدین کی ذمّہ داری ہے جہاں وہ اپنے بچوں کی دنیوی تعلیم پر زور دیتے ہیں اور اس پر خاص توجہ دیتے ہیں خاص کر مائیں جو گھروں میں پابندی سے اپنے بچوں کا ہوم وَرک چیک کرتی ہیں اور قدم قدم پر ان کی مدد کرتی رہتی ہیں۔ وہاں ان کی ایک اہم ذمّہ داری اِن بچوں کو دینی تعلیمات سے مالامال کرنا ہے۔ اُبھرتی ہوئی جوانی میں اپنے بچوں کی صحیح دینی تربیت اس طرح ہے جس طرح ایک مالی پودے کی صحیح دیکھ ریکھ سے اس کو نشو و نما کے مواقع کراتا ہے اور اِدھر اُدھر کج ہونے سے محفوظ رکھتا

ہے۔اُبھرتی ہوئی جوانی میں اگر اُبھرتے ہوئے جذبات اور قوتوں و طاقتوں کو صحیح سمت نہیں دِکھائی گئی تو یہ اِدھر اُدھر بھٹک جائیں گے پھر اِن کو راہِ راست پر واپس لانا نہایت دشوار کام ہے خدانخواستہ اگر کسی بُرے کام کی لَت لگ جائے۔

عُمر کے اِس مرحلے میں سب سے اہم کام اپنے بچوں کو قرآنِ کریم کی تعلیم دینا ہے۔

تعلیم قرآن کریم

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَنۡ قَرَاَ الۡقُرۡآنَ وَ ھُوَ شَابٌّ مُؤۡمِنٌ اخۡتَلَطَ الۡقُرۡآنُ بِلَحۡمِہٖ وَدَمِہٖ [1]

صاحب ایمان جوان جب جوانی میں قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے تو قرآن اس کے گوشت اور خون میں شامل ہو جاتا ہے۔

قرآنِ کریم کا گوشت و خون میں شامل ہونے کا مطلب یہ ہے اس کا پورا وجود قرآن کریم کی تعلیمات کی روشنی میں حرکت کرتا ہے اس کی فکر قرآنی فکر ہوتی ہے۔اس کا دل،اس کا دماغ،اس کی زبان وقلب سب پر قرآنِ کریم کے اثرات ہوتے ہیں اور صاحبانِ قرآنِ کریم کے

[1] وسائل الشیعہ،ج ۶ص ۱۷۷

یہاں شیطان اور شیطانی وسوسوں کا گذر نہیں ہے۔

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

سَبْعَةٌ يُظِلُّهُمُ اللهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِي ظِلِّهِ يَوْمَ لَا ظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اِمَامٌ عَادِلٌ وَ شَابٌّ نَشَأَ فِي عِبَادَةِ اللهِ[۱]

روزِ قیامت سات لوگ خدا کے سایہ میں رہیں گے جس دن خدا کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔

ایک عادل امام اور اور دوسرے وہ جوان جو عبادتِ خداوندی کے سایہ پروان چڑھا ہو۔

پسندیدہ جوان

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَا مِنْ شَيْءٍ اَحَبَّ اِلَى اللهِ مِنْ شَابٍّ تَائِبٍ[۲]

تمام چیزوں میں خداوندِ عالم کو وہ جوان سب سے زیادہ پسند ہے جو اپنے گناہوں سے توبہ کرے۔

جب جذبات جوان ہوں گناہ کے امکانات موجود ہوں ماحول بھی سازگار ہو معاشرہ بھی ساتھ دینے کے لئے تیار ہو اس وقت خدا کی خاطر جوان کا

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۵، ص ۱۹۹، ح ۴

۲۔ مشکوٰۃ الانوار، ص ۱۱۰

گناہوں سے توبہ کرنا واقعاً کمال ہے اور حقیقی جہادِ نفس ہے اسی لئے یہ جوان خدا کی بارگاہ میں سب سے زیادہ محبوب ہے۔ والدین کی صحیح تربیت ان کی اولاد کو خدا کا پسندیدہ بندہ بنا سکتی ہے۔

دینی تعلیم کی اہمیت

اہل بیت علیہم السلام نے جوانوں کی دینی تعلیمات کے سلسلے میں اس قدر تاکید فرمائی ہے۔ وہ اسلام جو ذرا سی سختی کی اجازت نہیں دیتا ہے جوانوں کی دینی تعلیمات کے سلسلے میں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں:

لَوْ اُتِيتُ بِشَابٍّ مِنْ شَبَابِ الشِّيعَةِ لَا يَتَفَقَّهُ فِي الدِّينِ لَأَوْجَعْتُهُ.[1]

اگر شیعہ جوانوں میں کوئی جوان مجھے ایسا نظر آئے جو دین کی باقاعدہ تعلیمات سے آراستہ نہ ہو تو اس کو سزا دوں گا۔

اہل بیت علیہم السلام شیعہ جوانوں کو نہ صرف دینی تعلیمات سے آراستہ دیکھنا چاہتے ہیں بلکہ باقاعدہ دینی تعلیمات سے آراستہ دیکھنا چاہتے ہیں حضرت امام محمد باقر علیہ السلام نے اس حدیث شریف میں لفظ ''تعلّم'' نہیں فرمایا ہے بلکہ لفظ ''تفقہ'' استعمال فرمایا ہے۔ تفقہ یعنی گہری معلومات۔ اور گہری

---

[1] بحار الانوار، ج ۱، ص ۲۱۴، ح ۱۷

معلومات کے لئے ایک منظّم تعلیمی سلسلہ کی ضرورت ہے۔خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے اور حضرت ولیِّ عصر عجل اللہ فرجہٗ الشریف کی بے پناہ عنایت ہے کہ ایسوسی ایشن آف امام مہدی علیہ السلام کو ایک عرصۂ دراز سے جوانوں کو اہلبیت علیہم السلام کی تعلیمات سے آراستہ کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ.

بے حد ضروری

آج کے زمانہ میں جب ہر طرف سے جوانوں کے افکار و نظریات، عقائد و اخلاق پر حملہ ہو رہے ہیں اس وقت میڈیا پروہ آفت ہے کہ خدا کی پناہ۔لوگ بغیر کسی تحقیق و جستجو کے میڈیا کی باتوں کو تسلیم کر لیتے ہیں، مفت واٹس اپ نے اور زیادہ قیامت ڈھا رکھی ہے جس کے مَن میں جو آرہا ہے وہ پوسٹ کر رہا ہے۔دوسرے لوگ اس پوسٹ کو بغیر سوچے سمجھے دوسروں تک پہونچا رہے ہیں اس میں نہ معلوم کتنے شریف لوگوں کی عزّت و آبرو پر حملہ ہو رہا ہے، تہمت، بہتان لگائے جا رہے ہیں وہ نظریات عام کئے جا رہے ہیں جن کا اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ولایت اور امامتِ اہل البیت علیہم السلام کو ایک عالم ولایت اور قیادت و رہبری کی شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔یہ غیر لوگ نہیں ہیں یہ اپنی ہی صفوں کے لوگ ہیں پہلے غیر اہل بیت علیہم السلام کی تعلیمات اور عزاداری وغیرہ پر حملہ کرتے تھے ان کی شناخت آسان تھی اور ان کا جواب بھی آسان تھا اثرات بھی محدود و مختصر تھے مگر

اب صورتِ حال یہ ہے کہ اپنے پرائے کی شناخت مشکل ہے اصلاح کی شکل میں اعتراض کئے جارہے ہیں، تعمیر کے نام پر تخریب کی کوشش کی جارہی ہے۔ اِن حالات میں جوانوں کی واقعی دینی تربیت بہت ہی زیادہ ضروری اور حسّاس ہے حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں:

بَادِرُوا اَحۡدَاثَکُمۡ بِالۡحَدِیۡثِ قَبۡلَ اَنۡ تَسۡبِقَکُمۡ اِلَیۡهِمُ الۡمُرۡجِئَةُ.[۱]

اپنے جوانوں کو جلد از جلد ہماری احادیث کی تعلیم دو قبل اس کے مخالفین اور گمراہ لوگ ان کو اپنی طرف کھینچ لیں۔

احادیث اہل بیت علیہم السلام تعلیماتِ دین کا وہ اہم اور معتبر ترین ذریعہ ہے جہاں گمراہی وضلالت کا سوال نہیں ہے۔ اہل بیت علیہم السلام نور ہیں ان کے کلمات نور ہیں، نوری کلمات ہی اس پُر آشوب دَور کے اندھیروں سے نجات دِلاسکتے ہیں گر چہ اس دَور میں احادیث اِہل بیت علیہم السلام کی روشنی میں تعلیمات کا انتظام کرنے والے حملوں سے محفوظ نہیں ہیں۔

حملے اور اعتراضات

اس طرح کی تمام باتیں دین کی راہ میں سوغات اور انعامات سے کم دَرجہ نہیں رکھتے ہیں۔ جہاں ایک طرف ائمہ معصومین علیہم السلام نے جوانوں

---

۱ کافی، ج ۵، ص ۴۷، ح ۵

کی دینی تربیت پر اس قدر زور دیا ہے، وہاں آخری زمانے کے والدین کی حالت بھی بیان فرمائی ہے۔ معصومین علیہم السلام کے کلمات کو خوب غور سے پڑھیے اور دیکھیے چودہ سو برس پہلے اس طرح حالات کی عکاسی کی گئی ہے گویا وہ اس وقت ہمارے درمیان موجود ہیں۔

آخری زمانے کے والدین

حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ روایت منقول ہے:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر بعض بچوں پر پڑی اور فرمایا:

وَيۡلٌ لِاَطۡفَالِ آخِرِ الزَّمَانِ مِنۡ آبَاۗءِهِمۡ فَقِيلَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مِنۡ آبَاۗءِهِمُ الۡمُشۡرِكِيۡنَ فَقَالَ لَا مِنۡ آبَاۗءِهِمُ الۡمُؤۡمِنِينَ لَا يُعَلِّمُونَهُمۡ شَيۡئًا مِنَ الۡفَرَائِضِ وَ اِذَا تَعَلَّمُوا اَوۡلَادُهُمۡ مَنَعُوهُمۡ وَ رَضُوا عَنۡهُمۡ بِعَرَضٍ يَسِيرٍ مِنَ الدُّنۡيَا فَاَنَا مِنۡهُمۡ بَرِيۡۗءٌ وَهُمۡ مِنِّي بِرَاۗءٌ.[1]

آخری زمانے کے بچوں کو ان کے آباء کی بناء پر ویل اور افسوس ہے۔

لوگوں نے دریافت کیا۔ یہ اِن کے مشرکین آباء کی بناء پر؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مستدرک الوسائل، ج ۱۵، ص ۱۶۴، ح ۱۷۸۷۱

نہیں بلکہ ان کے مومن آباء کی بناء پر۔ یہ اپنے بچوں کو واجبات کی تعلیم نہیں دیں گے بلکہ جب وہ دین کی تعلیمات حاصل کرینگے تو ان کو منع کریں گے۔ یہ لوگ دنیا کے معمولی سے فائدہ پر راضی ہوں گے۔ ہاں میرا ان سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کا مجھ سے کچھ تعلق ہے۔

اس روایت پر غور کریں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آخری زمانہ کے والدین سے کیوں اپنی برأت کا اظہار کیا ہے۔ وہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس کے بارے میں خدا نے فرمایا:

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ......[1]

پیغمبر یہ اللہ کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نرم ہو ورنہ اگر تم بدمزاج اور سخت دل ہوتے تو یہ تمہارے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے......

یہ بھی:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ[2]

اور ہم نے آپ کو عالمین کے لئے صرف رحمت بنا کر بھیجا

---

[1] سورۂ آل عمران، آیت ۱۵۹

[2] سورۂ انبیاء، آیت ۱۰۷

ہے۔

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ [1]

اور آپ بلند ترین اخلاق کے درجہ پر ہیں۔

ان کمالات کو مدّنظر رکھتے ہوئے اب غور کریں حضرت رسول خدا ﷺ اِن لوگوں سے برأت اور اپنی لاتعلقی کا اظہار فرما رہے ہیں اور وہ بھی ان لوگوں سے جو خدا اور رسول ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں۔ جن کو مومن قرار دیا ہے۔ جن کا ایمان ثابت و مُسلّم ہے۔ اِن کے مومن ہونے کے بعد حضرت رسول خدا ﷺ اِن لوگوں سے بیزار ہیں، ناراض ہیں، ان کے لئے عذاب کی بات کر رہے ہیں۔ یہ سب کیوں؟ اس کی وجہ کیا ہے؟

خود آنحضرت ﷺ نے اس کی وجہ بیان فرمادی ہے:

(۱) اس بیزاری کی وجہ والدین کا اپنے بچوں کو دینی تعلیم نہ دینا ہے۔ (۲) اور دوسری وجہ یہ ہے اگر یہ بچے خود سے دین کی تعلیمات حاصل کرنا چاہیں دینی کلاس میں شرکت کرنا چاہیں تو یہ والدین ان کو منع کرتے ہیں۔ (۳) تیسری وجہ یہ ہے یہ لوگ دنیا کے چند سکّوں کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ اور دینی تعلیمات کی اہمیت کے قائل نہیں ہیں۔ کچھ اس طرح کہتے ہیں: ''ارے سب دین حاصل کروگے اور دنیا کب بناؤ گے؟'' یہ کیا

---

[1] سورۂ قلم، آیت ۴

دینی کلاسیس تمہیں نوکری دِلادیں گی......ان والدین کو اپنے بچے کی بے دینی، بداخلاقی، بے اَدَبی پر افسوس نہیں ہے بلکہ افسوس ہے تو بس اس بات کا کہ کمائی کم ہے اگر دنیاوی آمدنی زیادہ ہے تو بچہ کتنا ہی زیادہ بے دین کیوں نہ ہو وہ لائق عزّت واحترام ہے۔اگر دنیا ذرا کم اور دین واخلاق زیادہ ہے ایمان پختہ ہے تو اس طرح کے بچوں کا کوئی خاص مقام نہیں ہے۔

اب یہ ہماری ذمّہ داری ہے کہ ہم حضرت رسول خدا ﷺ کی دعاؤں میں شامل ہونا چاہتے ہیں یا اِن کی نفرین کا شکار ہونا چاہتے ہیں۔

ابھی وقت ہے باقی فیصلہ کرلیں۔

ہم کیا چاہتے ہیں ہماری اولاد روزِ قیامت خداوند عالم کے سایہ میں رہے یا پھر پیغمبر اکرم ﷺ کی نفرین کی زَد پر۔

امامِ عصر علیہ السلام کے غلاموں میں شمار ہوں یا پھر اِن کے......

والسلام